ایک قبر پرست کی آپ بیتی خود اس کی زبانی

یہ در، یہ آستانے

(اعترافات.. كنت قبوريا باللغة الأردية)

تالیف

عبدالمنعم الجداوی

مترجم

کفایت اللہ مدنی رحمہ اللہ

نظر ثانی

عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ

طباعت واشاعت

Islamhouse.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اظہار تشکر

زیرنظر کتاب ''یہ در، یہ آستانے'' دراصل آپ بیتی ہے ایک ایسے شخص کی جو تیس سال سے زائد عرصہ تک شرک وبدعت اور اوہام وخرافات کے بحر بیکراں میں غرق حیران وسرگرداں رہا . . بالآخر ایک دن سفینۂ توحید پر سوار ہو کر ساحل حق ونجات سے ہم کنار ہوا . . پھر اپنے اس سفر نامۂ توحید کو حوالۂ صفحۂ قرطاس کیا تاکہ دنیا کے بیشتر حصوں میں اس کے ہی جیسے حالات اور نفسیاتی کیفیات سے دوچار بے شمار مسلمانوں کے لیے یہ مشعل راہ ثابت ہو . .

اصل کتاب عربی زبان میں ہے جس کے ایک سے زائد اردو ترجمے ہو چکے ہیں، لیکن زیر نظر ترجمہ ان میں سب سے عمدہ

تھا۔ بعض خامیاں اور فروگذاشتیں ضرور تھیں (لیکن دیگر ترجموں سے کم)، جن کی تصحیح و تنقیح کر کے **"جامعہ اسلامیہ خیر العلوم"** ڈومریا گنج (یو۔ پی، ہندوستان) کے شکریہ کے ساتھ **"دفتر دعوت و ارشاد ربوہ-ریاض"** کے زیر اہتمام از سرِ نو زیورِ طباعت سے آراستہ کیا جا رہا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش اور مؤلف، مترجمؒ، ناشر اور جملہ متعاونین کے لیے زادِ آخرت بنائے۔

(عطاء الرحمٰن ضیاء اللہ)*

*atazia75@hotmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ بیان اپنا

بدعت وہ زہریلا تیر ہے جسے لگتا ہے اسے مرغ بسمل کی طرح تڑپاتا ہے۔تصوف ارم شداد کی وہ خوشنما آرام گاہ ہے جس کے سائے تلے بے کلی اور بے قراری کے علاوہ کچھ ہاتھ نہیں آتا۔ جادوگری میخانۂ خرافات کی وہ شراب ہے جس کا پینے والا معرفت حق وصواب سے محروم ہوجاتا ہے۔شعبدہ بازی وہ سراب ہے جو تشنہ لبوں کو دھوکہ میں ڈالدیتا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ان خرافات میں مخفی مفاسد کا علم ہوجانے کے بعد کوئی بھی باشعور، غیرت مند اور صاحب بصیرت شخص ان کے پھندے میں نہیں آسکتا، بلکہ اس کی حق شناس نگاہیں، تریاقِ ایمان سے لبریز اس کا سینہ

اور خوشبوئے توحید سے معطر اس کا ذہن، اشیاء کی حقیقت پہچاننے، تیر مسموم کی زد میں آنے اور تعفن زدہ نیز مکدر ماحول سے کنارہ کش ہونے میں اس کے لیے چراغ راہ ثابت ہوتے ہیں۔

عبد المنعم الجداوی مشہور نام ہے قاہرہ کے ایک شخص کا، میدان عرب کے ایک مشہور شہسوار کا، دینی اور سیاسی امور میں گہری نگاہ رکھنے والے ایک مرد حق آگاہ کا اور آستانہ بدوی میں جبینِ نیاز خم کرنے والے ایک سابق شیدائیِ بدعت کا۔ مدتوں گمراہیوں میں بھٹکنے والا یہ شخص، عرصۂ دراز تک اپنی مرادیں لیے مزاروں اور آستانوں کا چکر کاٹنے والا وہ باغیرت انسان اور مدت مدید تک پیروں اور ولیوں کے سامنے اپنا دامنِ مراد پھیلانے والا وہ مرد رشید ایک دن بدعات وخرافات اور تصوف وتبرک کا لبادہ اتار کر توحید کے سنہرے لباس میں ملبوس ہوتا ہے

اورخوشبوے ایمان وعقیدہ سے مشام جان کومعطر کر کے جب منظرعام پرآ تا ہے تو دنیا اس کا والہانہ استقبال کرتی ہے، اسے گلے لگاتی ہے اوراس کی حوصلہ افزائی کرتی ہے۔

بدعات وخرافات میں سلگتی کائنات‘ ضلالت وگمراہی کے شب گزیدہ تصورات میں بھٹکتی انسانیت کی المناک صورتحال اسے دیکھی نہیں گئی، اپنے اشہب قلم کومہمیز لگاتا ہے اور جب تیس سال سے زائد عرصہ کے تلخ تجربات اورمشاہدات کوالفاظ کا جامہ پہناتا ہے تو عالم سلفیت اسے ”کنت قبوریا“ کا نام دے دیتا ہے، الفاظ میں وہ مٹھاس، اسلوب میں وہ دلآویزی، خیال میں وہ بلندی اورتعبیر میں وہ جاذبیت کہ پڑھنے والا پڑھتا ہی رہ جائے۔

مشرق وسطٰی ہو یا برصغیر، اخلاقی جرائم سے جلتا ہوا یورپ ہو یا قدرت کو چیلنج دینے والی امریکہ کی سرزمین‘ ہرجگہ بدعت کا

دوردورہ ہے، پوراعالم فتنوں کے اثر سے کراہ رہا ہے۔ ایسے نازک اور سنگین حالات میں ضرورت ہے محمد بن عبدالوہاب جیسے مردمومن کی، ضرورت ہے ڈاکٹر جمیل غازی جیسے بطل جلیل کی اورعبد المنعم جیسے نفیس قلم کاروں کی جو بدعات وخرافات کی تمازت سے جھلستی اور سسکتی انسانیت کوتوحید کی خوش رنگ فضاؤں اورشاخ ایمان وعقیدہ کی ٹھنڈی چھاؤں میں لائیں۔

''جامعہ اسلامیہ خیرالعلوم'' ڈومریا گنج (یوپی، ہندوستان) دراصل عزت مآب جناب ''ڈاکٹر محفوظ الرحمٰن رحمہ اللہ'' کی کوششوں کا ثمرہ ہے، انہیں کے مبارک ہاتھوں کا لگایا ہوا درخت ہے، یہاں کی ایک ایک اینٹ ان کے اخلاص کی گواہ ہے، ابھی امت کوان کی ضرورت تھی مگر مشیت الٰہی کے سامنے سب سرنگوں ہیں، ان کے اخلاص ونیک نیتی ہی کے بدولت آج یہ چمن پھل

پھول رہا ہے۔اس کے قیام کا مقصداولیں اسلام کی نشرواشاعت اوراس کی صاف وشفاف تعلیمات کوعوام الناس تک پہونچانا ہے۔ چنانچہ درس وتدریس،دعوت وتبلیغ ،صحافت اورتمام ترعصری وسائل کے ذریعہ دین ومذہب اوروطن اوراہل وطن کے لیے قابل قدرخدمات انجام دے چکاہےاورمستقبل میں اس سے بہتر کی امید ہے۔

لائق صدتعریف ہے عالی جناب ڈاکٹرعبدالباری صاحب کی شخصیت جن کو نہ تو بادمخالف کا ڈر ہےاور نہ ہی گردش ایام کا خوف، ہمیشہ اور ہرحالت میں پوری دلجمعی اورتندہی کے ساتھ اسلام اوراہل اسلام،وطن اوراہل وطن کی خدمت کرتے آئے ہیں۔

قابل مبارکباد ہیں جناب شیخ عبیدالرحمٰن صاحب جواپنے والدمحترم کے سچے جانشین بن کرجامعہ کی بےلوث خدمت کررہے

ہیں۔ لائق صد شکر ہیں جناب مولانا فخر الدین صاحب جن کے تعاون اور مشورہ سے یہ ترجمہ شائع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ ذمہ داران جامعہ کے بال و پر کو مضبوط کرے اور انہیں مزید ہمت و حوصلہ سے نوازے آمین۔

زیر نظر ترجمہ آج سے تین چار سال قبل عزت مآب جناب ڈاکٹر لقمان سلفی حفظہ اللہ رئیس و مؤسس جامعہ ابن تیمیہ بہار کے حکم پر کیا گیا تھا، اس کو اسی وقت شائع ہو جانا چاہیے تھا مگر کچھ نا قابل بیان حالات کی بنا پر نہ ہو سکا اور اب جبکہ منظر عام پر آ چکا ہے، اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ عوام الناس کے لیے اسے نفع بخش اور کار آمد بنائے اور متعاونین کو اجر عظیم سے نوازے آمین۔

(مترجم)

عرضِ ناشر

الحمدلله رب العالمين والصلاة والسلام على إمام الموحدين، الذى أرسله الله رحمة للعالمين، نبينا محمد، وعلى آله وصحبه أجمعين، وبعد:

چند قسطوں پر مشتمل اس دلچسپ مضمون میں ایک ایسے شخص کی کہانی بیان کی گئی ہے جس نے اپنی عمر کا ایک حصہ تاریکیوں میں گزارا، قبروں سے تبرک حاصل کرتا، انہیں چومتا چاٹتا اور طواف کرتا اور توحید سے کوسوں دور خرافات کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں مدتوں بھٹکتا رہا۔ آخرکار ایک دن اللہ نے اس کے دل ودماغ کو توحید کی ضیا بار کرنوں سے منور کیا اور ہدایت وسعادت کا تاج اس کے سر پر رکھا۔ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھا راستہ دکھاتا

ہے۔ بعدازاں یہ سوچ کر اپنی آپ بیتی کوتحریری شکل دیتا ہے کہ ممکن ہے یہ چندسطریں اوروں کے لیے خضرراہ بن جائیں۔

یہ مضمون دراصل بالاقساط "مجلة التوعية الإسلامية" (اسلامک اویکننگ میگزین) کے لیے لکھا گیا تھا جسے اسلامک اویکننگ بورڈ موسم حج میں شائع کرتا ہے لیکن بورڈ نے جب یہ مشاہدہ کیا کہ حق وہدایت کی شاہراہ پر گامزن، میدان دعوت کے قابل فخر شہسواراور سلفی دعوت کے علمبردار محترم عبدالمنعم الجداوی محرر دارالہلال نے اپنے اس سلسلہ واراور سلیس مضمون میں نصیحت وموعظت کے ایسے دریا بہائے ہیں جن سے انسانوں کے جم غفیر نے اپنی پیاس بجھائی، تو نفع عام کی خاطر اسے کتابی شکل دینے کا فیصلہ کیا۔

اور یہ صدر دفتر جس کا مقصد قیام باد مخالف کے تیز وتند جھونکوں

سے شمع توحید کی حفاظت کر کے اسے فروزاں کرنا اور کمال حکمت اور ثبات عزم کے ساتھ اس کی دعوت کو عام کرنا ہے، اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ان مضامین کو کتابی شکل دینے کا ارادہ کیا ہے تا کہ توحید کی ان نورانی کرنوں سے قلوب انسانی منور ہو جائیں اور ضلالت کی تاریکیاں دور ہو جائیں۔

واللہ الهادی إلی سواء السبیل، هو حسبنا ونعم الوکیل، وصلی اللہ وسلم وبارک علی نبینا محمد، وعلی آلہ وصحبہ أجمعین.

بد اعتقادی: اس پرفریب بوڑھی عورت کے مانند ہے جو اپنے عاشق کے گلے کا پھندہ بن جاتی ہے . . !

توحید: پہلے قدیم عمارت کو منہدم کرتی ہے . . پھر از سر نو تعمیر کرتی ہے . . !

قبر پرست: کا اپنے عقیدے سے رجوع کرنا آسان نہیں . . !

توحید: عزم محکم کی محتاج ہوتی ہے . . !

***

ان اعترافات کو قلم بند کرتے وقت جہاں کئی اسباب پس وپیش میں ڈال رہے تھے وہیں کئی اسباب معرض تحریر میں لانے پر آمادہ کررہے تھے . . پیش قدمی اور ہاتھ کھینچنے کے اسباب

تقریباً یکساں تھے . . اگر ایک طرف مجھے اس بات کا ڈر تھا کہ کچھ لوگ کتاب کا نام پڑھ کر یہ نہ کہہ بیٹھیں کہ: یہ تو کسی قبر پرست کی بکواس ہے اس سے ہماری کیا غرض.. تو دوسری طرف دل میں یہ خیال گزرتا کہ سلفی العقیدۃ ہونے سے قبل جو نفسیاتی کیفیت میری تھی ہوسکتا ہے کچھ لوگ اس طرح کی کیفیت میں مبتلا ہوں۔ چنانچہ ایسے لوگ جب میرا یہ اعتراف پڑھیں تو ممکن ہے کہ ان کی سمجھ میں بات آ جائے، اس طرح وہ خرافات کی تاریکیوں کو پار کر کے عقیدے کی ضوفشانیوں کو پالیں۔ محض اسی ایک وجہ سے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ظاہر کرنے میں تقویت مل رہی تھی کہ ہونہ ہو یہ چیز کچھ لوگوں کے لیے توحید کی معرفت کے لیے سنگ میل ثابت ہو۔

یقیناً میں پکا قبر پرست تھا۔ چنانچہ جب بھی کسی شہر میں جاتا

جہاں کسی بڑے ولی کا مزار یا آستانہ ہوتا تو میں فوراً ہی اس کا طواف کرنے کے لیے دوڑ جاتا . . خواہ ہمیں اس ولی کی کرامتیں معلوم ہوتیں یا نہ معلوم ہوتیں . . کبھی کبھی تو خودساختہ کرامتیں ان کی طرف منسوب کر دیتا . . یا یوں ہی سوچتا . . یا خیال کرتا . . اگر میرا لڑکا اس سال کامیاب ہوگیا . . تو یہ اس بڑی رقم کی وجہ سے ہے جسے میں نے نذرونیاز کی تجوری میں ڈالا تھا . . اگر میری اہلیہ شفایاب ہوگئیں تو یہ اس موٹے تازے بکرے کی وجہ سے ہے جسے میں نے بڑے شیخ فلان ولی اللہ کے مزار پر ذبح کیا تھا . . !

حسن اتفاق ایک دن میری ملاقات ڈاکٹر جمیل غازی سے ہوئی اور یہ ملاقات قاہرہ میں عزیز باللہ نامی جمعیت کی جانب سے شائع ہونے والے ایک اسلامک میگزین میں کام کرنے کی غرض

سے ہوئی، اس جمعیت کے تحت کئی مساجد کا انتظام وانصرام تھا۔
عزیز باللہ نامی اس جمعیت کا پیغام اولیں توحید اور تصحیح عقیدہ تھا۔

بار بار کی آمدورفت نے مجھے **''عزیز باللہ''** کی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے پر مجبور کر دیا . . دوران خطبہ ڈاکٹر جمیل نے بڑی سنجیدگی اور پوری دور اندیشی سے عقیدہ کے باب میں اس خوفناک موڑ کو نشانہ بنایا اور اس کو **''اللہ کے ساتھ شرک''** سے تعبیر کیا اور یہ اس وجہ سے کہ بندہ اپنی بے عقلی اور کوتاہ اندیشی کی بنا پر ایک **مردہ مخلوق** سے مدد کا خواستگار ہوتا ہے. . !

اس یلغار مگر حقانیت نے مجھے چونکا دیا . . یقیناً غافلوں کے لیے حقیقت کس طرح گھبراہٹ میں ڈالنے والی ہوتی ہے . . اگر ڈاکٹر جمیل اتنی سی باتوں پر اکتفا کرتے تو معاملہ سنگین نہیں ہوتا . . لیکن وہ جب بھی خطبہ دیتے تو ضرور اس موضوع

کو چھیڑتے . . قبر کے اندر ایک مردہ شخص کے علاوہ کچھ نہیں ہوتا . . بلکہ کبھی کبھی تو وہ ایسی ہڈیوں تک سے بھی خالی ہوتی ہے جو نہ کسی کو نفع پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان . . !

۞ شروع شروع میں تو میرے رونگٹے کھڑے ہو گئے . . میں نے اپنا توازن کھو دیا . . ہر جمعہ کی نماز کے بعد کبیدہ خاطر گھر واپس جاتا . . کوئی چیز تھی جو میرے دل میں کھٹکتی رہتی تھی . . میرے احساس اور جذبات کو جکڑ لیتی . . بڑی مشکل سے اس خیال سے باہر نکلنے کی کوشش کرتا . . کیا اتنے سالوں تک میں گمراہی میں تھا ؟ . . یا کہ میرے دوست ڈاکٹر جمیل اس معاملے میں مبالغہ سے کام لے رہے ہیں؟ . . کیونکہ میں اپنے تئیں یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ ایک لغزش یا بھول کے سبب کلمہ گو کافر نہیں ہو سکتا . . !

ایک دوسری چیز جو میرے دل میں آگ لگا رہی تھی، آہستہ آہستہ میرا چین وسکون چھین رہی تھی . . کہ ڈاکٹر قبر پرستوں اور پیروں کے مدمقابل ہم کو کیوں کھڑا کرتے ہیں جبکہ مقررین حضرات صبح وشام منبروں سے برابر اعلان کر رہے ہیں کہ کسی ولی کو تکلیف دینا اللہ کے خلاف اعلان جنگ کے مترادف ہے۔ اسی مفہوم میں ایک حدیث بھی وارد ہوئی ہے . . میں بھلا ولیوں اور پیروں کے برخلاف جنگ کیسے کر سکتا تھا؟ میں تو اللہ سے دشمنی مول لینے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں . . !

سوچا کہ مدافعت کا بہترین طریقہ یلغار ہے . . اسی چیز کے مطمح نظر غزالی کی ''احیاء علوم الدین'' اور ابن عطاء اسکندری کی ''لطائف المنن'' کا مطالعہ کیا اور کرامتوں کے قصے اولیاء کے نام اور وقوع کرامات کے مواقع زبانی یاد کر لیے اور دوسرے جمعہ

کو مکمل تیاری کے ساتھ حاضر ہوا۔ ضبط وتحمل سے خطبہ سنتا رہا۔ خطبہ ختم ہونے کے بعد ڈاکٹر جمیل نے دوپہر کا کھانا ساتھ کھانے پر اصرار کیا۔ کھانے سے فراغت کے فوراً بعد میں نے پوری سختی سے یلغار شروع کیا۔ اس کے دو محرکات تھے:

پہلا: یہ کہ کرامتوں کی غیر معمولی تعداد مجھے یاد ہوگئی تھی۔

دوسرا: یہ کہ میں ڈاکٹر کا مہمان تھا، ان کے گھر کھانا کھایا؛ اس لیے ان کے غیظ وغضب اور طمانچوں کا مجھے خوف نہیں رہا۔ مباحثہ کچھ اس طرح شروع ہوا، درج ذیل عبارت مباحثہ کا مفہوم ہے، بعینہ وہی الفاظ نہیں:

پیروں اور ولیوں کے درجات کا ادراک صرف وہی شخص کرسکتا ہے جو ان کی طرح صاف ستھرا اور پاک طینت ہو۔ نیز وہ اللہ کے مخلص بندے ہیں . . جس کی بنا پر اللہ نے انہیں

کرامتوں سے نوازا . . اور ایسا . . اور یہ کہ . . وغیرہ . . ڈاکٹر صاحب میری باتوں کو غور سے سنتے رہے اور گفتگو ختم ہونے کا شدت سے انتظار کرتے رہے . . میں نے اپنے جی میں کہا: ڈاکٹر کو آج میں نے لاجواب کر دیا . . اتنے میں وہ کہتے ہیں:

کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ ان میں سے کوئی شیخ اللہ کے نزدیک اس کے نبی سے زیادہ عزیز ہو سکتا ہے . . ؟

- میں نے ہکا بکا ہو کر کہا: نہیں۔

- جب ایسی بات ہے تو پھر ان میں سے کوئی آدمی کیسے پانی پر چلتا ہے . . یا ہواؤں میں اڑتا ہے . . یا زمین ہی سے جنت کے پھلوں کو توڑتا ہے . . جب کہ اللہ کے رسول نے یہ سب کچھ نہیں کیا . . ؟

میری ہدایت کے لیے (ڈاکٹر کا) یہی ایک جملہ کافی تھا . . لیکن برا ہو تعصب کا - اللہ اسے غارت کرے- اتنی آسانی سے سرِ تسلیم خم کرنا میرے لئے بڑی مشکل بات تھی۔تیس سال سے زیادہ عرصہ تک اسلامی ثقافت کا جو خزانہ میرے ذہن و دماغ میں تھا اس سے اتنی جلدی سے کیسے دست بردار ہو سکتا تھا . . اس میں مغالطہ کا امکان ہو سکتا ہے . . لیکن میں تو اسے اٹل حقیقت سمجھتا تھا . . !

۞ واپس ہو کر از سرِ نو ان کتابوں کا مطالعہ کرتا جن سے میری لائبریری بھری پڑی تھی . . اور دوبارہ بغرض بحث و مباحثہ ڈاکٹر کے پاس جاتا، رات گئے تک ہماری گفتگو جاری رہتی۔ ان باتوں کے پیچھے یہ راز تھا کہ میں صوفیا کے ممتاز عاشقوں میں سے تھا . . کیوں . . ؟ اس لیے کہ میں

ان کے تصوف آمیز اشعار، آلۂ طرب، مصری قوم کی تہذیب وثقافت کے عکاس دھنوں، پرانے رنگ برنگ مثلا: مشرقی، فارسی اور مملوکی دھنوں، قدرے افریقی ڈھول، نیز وقت سحر عاشق کا اپنی معشوقہ سے وصال پر مشتمل اشعار پر' پُر درد انداز میں بجنے والا پرسوز مصری بانسری کا دلدادہ تھا۔

اس سبب اور دیگر کئی اسباب کی بنا پر . . میں صوفیت سے محبت کرتا تھا . . مجھے تصوف سے عشق کی حد تک لگاؤ تھا۔ بڑے بڑے صوفیا کے اشعار مجھے زبانی یاد تھے . . خصوصاً ''ابن الفارض'' کے۔

ساری کی ساری دلیلیں جن کو ڈاکٹر صاحب کے خلاف میں نے پیش کیں ان کا خلاصہ یہی تھا کہ: ڈاکٹر جمیل اور ان جیسے توحید کے متوالے دین کو روحانیت سے الگ اور تصورات

اور خیالات سے دور رکھنا چاہتے ہیں۔ان توحید کے دعویداروں کو چاہیے کہ وہ پہلے اصحاب کرامات کے مقام کو پہنچیں؛ تب کہیں جا کر ان پر کرامتوں کے راز کھلیں گے . . ! کیونکہ موجوں کے تھپیڑوں سے وہی شخص کھیل سکتا ہے جو سمندر کو مشق سفر بنائے ، سوزِ عشق سے وہی شخص سرشار ہو سکتا ہے جو میکدۂ محبت کا مسافر ہو۔ یہ طریقۂ استدلال بھی صوفیانہ ہے،اور اس مفہوم میں ان کا ایک معروف شعر ہے . . !

اپنے جذبات کا خون اور احساسات مضطرب ہونے کے ڈر سے. . میں نے ڈاکٹر سے ملنا ترک کر دیا . . لیکن انہوں نے میرا پیچھا نہیں چھوڑا . . اچانک کال بیل بجا اور میں مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا . . یہ ڈاکٹر جمیل تھے . . میرا حال دریافت کرنے آئے تھے . . حسب عادت سیر حاصل

گفتگو ہوئی . . جب انہوں نے نماز جمعہ میں غیر حاضری کا سبب پوچھا تو میں نے دوٹوک انداز میں کہا:

''میں آپ سے مایوس ہو چکا ہوں . . !''

ڈاکٹر: لیکن میں تم سے ناامید نہیں . . عقیدہ سے متعلق تم سے بڑی امیدیں وابستہ ہیں۔

میں نے سوچا شاید آپ حسب عادت سلفیت کی طرف مائل کرنا چاہ رہے ہیں۔ اچانک ان کے ہاتھ میں شیخ محمد بن عبد الوہاب کی سیرت سے متعلق خود ان کی لکھی ہوئی کتاب پر میری نگاہ پڑی . . میں نے کہا: کیا آپ مجھے یہ کتاب دے سکتے ہیں . . ؟

ڈاکٹر: خاص طور پر یہ نسخہ تو میں نہیں دے سکتا، لیکن ایک دوسرا نسخہ ضرور دوں گا . .

آتش شوق تیز کرنے کے لئے آپ کی یہ خاص عادت تھی ۔
۔ جو میں طلب کرتا اسے آپ پہلی ہی بار میں نہیں دیتے ۔ ۔
چنانچہ وہ نسخہ میں نے ان سے چھین لیا اور اسے واپس کرنے سے انکار کردیا۔ ۔ !

آدھی رات گزر جانے کے بعد پڑھنا شروع کیا ۔ ۔
اسلوب میں وہ جاذبیت اور موضوع اتنا پر کشش کہ پوری رات پڑھتا رہا ۔ ۔ !

کتاب کوئی زیادہ ضخیم تو نہیں تھی لیکن آندھیوں کے جھونکوں اور زلزلوں کے جھٹکوں سے کم نہیں ۔ ۔ میرے ذھن ودماغ پر لگے تالے کھل گئے اور اس نئی دنیا کی سیر کرنے لگا ۔ ۔ جس کے پردہ پر شیخ محمد بن عبد الوہاب کی داستان حیات ۔ ۔ دعوت وارشاد کی جھلکیاں اور اس راہ میں پیش آنے والی تلخیاں
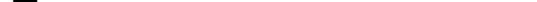
ظاہر ہونے لگیں . . جوں جوں کتاب پڑھتا جاتا تحریر سے دل کی وابستگی بڑھتی جاتی۔ اگر کسی وجہ سے کتاب بند کر دیتا جو تفکیر طلب یا دوسری کتابوں میں تلاش وجستجو کا متقاضی ہوتا . . تو احساس جرم ہوتا، لگتا شاید کوئی گناہ سرزد ہو گیا ہو؛ کیونکہ شیخ کا ساتھ بصرہ میں چھوڑ دیا واپسی کا انتظار نہیں کیا . . یا ان کو بغداد میں چھوڑ دیا وہ کردستان کے سفر کی تیاریوں میں مصروف تھے. . وطن واپس تک مجھے ان کے ساتھ صبر کرنا ضروری تھا. . !

ڈاکٹر جمیل اپنی کتاب " مجدد القرن الثاني عشر الهجري شيخ الإسلام الإمام محمد بن عبد الوهاب" میں رقم طراز ہیں:

اس لمبے سفر اور عرصۂ دراز کی بادہ پیمائی کے بعد کیا انہیں مطلوبہ متاع گم گشتہ حاصل ہو گیا . . ؟

نہیں، کیونکہ پورا عالم اسلام جہالت، تنزلی اور پستی میں مبتلا سخت آہیں بھر رہا تھا . . شیخ مسلم معاشرہ کی بدحالی اور جملہ شعبہائے زندگی میں انکی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر قلب پریشان لیے ہوئے وطن واپس ہوتے ہیں۔

وطن واپس ہونے کے بعد رات دن انہیں یہ فکر دامن گیر تھی۔

لوگوں کو اللہ کے دین کی دعوت کیوں نہیں دیتے . . ؟

کیوں نہیں انہیں سنت رسول سے آشنا کرتے . . ؟

کیوں نہیں ایسا کرتے . . کیوں نہیں ویسا کرتے . . ؟

اس کا مطلب یہ ہے کہ ڈاکٹر جمیل جس عقیدہ کے پیچھے پڑے ہوئے ہیں وہ آج کی پیداوار نہیں . . بلکہ بارہویں صدی ہجری ہی سے . . شیخ محمد بن عبدالوہاب . . غور وفکر کرتے ہیں، اور اقدام کرتے ہیں؛ تاکہ قبروں پر بنے مزاروں، خرافات

کی عمارتوں کو منہدم کردیں، ان شعبدہ بازوں کو مار بھگائیں جنہوں نے آسان (روادار) شریعت کے چہرے کو اپنے ان فاسدافکارونظریات کے ذریعہ داغدار کردیا ہے' جومرورایام کے ساتھ تقدس کے لباس میں ملبوس ہوگئے، جب وہ ان کے ازالہ کے بارے میں سوچتے ہیں . . تو مومنوں کے دل دہل جاتے ہیں۔اس سلسلہ میں کتاب میں ایک سوال ہے:

''قوم وملت کے او پران کارروائیوں کے کیا اثرات مرتب ہوئے؟''

جواب دیتے ہوئے مورخین کہتے ہیں جیسا کہ استاد محمد حسین اپنی کتاب (جزیرۂ عرب میں میرے مشاہدات) میں رقمطراز ہیں:

''درختوں کے کاٹنے اور مزاروں کومنہدم کرنے میں قوم نے

اس شخص کا ساتھ نہیں دیا، بلکہ اس خوف سے کہ اگر کوئی مصیبت آئے تو اس کے ذمہ دار وہ خود ہوں' انہیں تن تنہا چھوڑ دیا . . !''

کیا اب اس وقت میری ہستی کو متزلزل کرنے والا وہ خوف ہوسکتا ہے جو مجھے ورثہ میں ملا ہے . . ؟ جبکہ بعینہ یہی وہ خوف ہے جس کے باعث شیخ کے مادر وطن شہر ''عیینہ'' کے باشندگان درختوں کو کاٹنے اور زید ابن الخطاب کی قبر پر بنے محراب کو منہدم کرنے کے لیے شیخ کو تن تنہا چھوڑ دیتے ہیں کہ کہیں انہیں ان متبرک مقامات اور ولیوں کی بد دعا نہ لگ جائے۔

کتاب پڑھتا رہا، ہر ورق کے ساتھ ساتھ مجھے یہ محسوس ہوتا کہ دل میں بسی دیوارِ وہم کا ایک بھاری پتھر ہٹا رہا ہوں . . اور جب آدھی کتاب پڑھ چکا تو محسوس ہوا کہ دل میں کوئی بڑا سا خلا پیدا ہوا اور اس سے ساتھ ہی ساتھ یقین کی روشنی داخل ہوئی .

. لیکن اس تاریکی کے ازدحام میں جو میرے اندر بسیرا کیے ہوئے تھی . . اس روشنی کی کرن ایک لمحے کے لئے چمکتی اور دیر تک غائب رہتی . . !

❁ اس طرح ڈاکٹر جمیل ہم پر غالب آ گئے . . مجھے اپنے آپ کے خلاف اعلان جنگ کرنے پر آمادہ کر دیا، یہی نہیں بلکہ مجھے اس بات پر مجبور کر دیا کہ توحید کے اس مشن کو اس کے بانی شیخ محمد بن عبدالوہاب کے ساتھ جاری رکھوں، اور میں ان کے خلاف ہونے والی سازشوں سے ان پر خوف کھانے لگا، اور کس طرح انہوں نے جب شہر ''عیینہ'' کی ایک زانیہ پر حد جاری کیا . . تو ''احساء'' کا حاکم ''سلیمان بن محمد بن عبد العزیز حمیدی'' ناراض ہو گیا اور اس نئی دعوت اور اس کے بانی سے خطرہ محسوس کیا . . فوراً حاکم عیینہ ''ابن معمر'' کو لکھ کر اسے حکم دیا کہ اس

تحریک کو کچل دو اور اس کے علم بردار کو قتل کر دو اور فوراً خرافات کی طرف پلٹ آؤ۔

لیکن چونکہ ''ابن معمر'' شیخ کے سسرالی رشتہ سے منسلک تھا . . شیخ کے ساتھ اپنی بیٹی کا عقد کیے ہوئے تھا . . اس بنا پر انہیں سزائے موت دینے میں تردد کیا، البتہ شیخ کو ایک بند کمرہ میں بلا کر حاکم ''احساء'' کا خط پڑھ کر سنایا، پھر اس کے چہرے پر مکمل ناامیدی کے آثار نمایاں ہو گئے اور اس نے (اسی مایوس کن حالت میں کہا): میں حاکم ''احساء'' کے فرمان کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا؛ کیونکہ میرے اندر اس کے برخلاف اعلان بغاوت کی تاب نہیں . . شاید یہ مایوسی کا لمحہ تھا جو شیخ کے لیے ابن معمر کے عدم ایمان کا غماز تھا . . اس چیز نے شیخ کے اندر اپنے عقیدہ اور قوت توحید پر مزید ثبات و استحکام پیدا کر دیا . .

یقیناً ظالم و جابر سلاطین ہمیشہ ہی سے داعیان حق ہی کو مشق ستم بناتے آئے ہیں . . شیخ بلا چوں و چرا شہر بدر ہونا قبول کر لیتے ہیں . . اور کسی نئی زمین کی تلاش میں جہاں توحید کا بیج ڈال سکیں . . اللہ کی خاطر توحید کی امانت سینے میں لے کر ہجرت کر جاتے ہیں . . !

بوقت صبح گھر میں غیر معمولی شور و غل کی وجہ سے بیدار ہو کر بستر پر اٹھ کر بیٹھا، آواز کی گونج سے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ جانوروں کی آواز ہے یا انسانوں کی، بکریوں کی مختلف چیخ و پکار اور غیر مفہوم انسانی آواز . . میں نے سوچا شاید کسی گہرے خواب کے اثر سے پریشان ہوں . . میں نے اپنی مکمل حالت بیداری کا یقین کیا، لیکن اس بار بکرے کی آواز نے میرے کان کا پردہ پھاڑ دیا . . اتنے میں اہلیہ ایک خوش کن خبر لے کر میرے

پاس آئیں . . جس کا خلاصہ یہ تھا کہ صعید (مصر) کے آخری کنارے آباد خالہ زاد بہن تشریف لائی ہیں . . ان کے ساتھ ان کے شوہر اور تین سالہ بچہ بھی ہے . . صعید سے بذریعہ ٹرین ابھی صبح پہونچے ہیں، اور ان کے ساتھ بکرا بھی ہے . . !

مجھے ایسا لگا کہ اہلیہ مذاق کر رہی ہیں . . یا میری خالہ زاد بہن نے - اور مجھے معلوم تھا کہ ان کی اولاد ابتدائی برسوں میں انتقال کر جایا کرتی تھی - اس بار اپنے بچے کا نام خروف (بکرا) رکھ دیا ہے تا کہ وہ جی جائے، اور صعید میں یہ عادت بہت معروف ہے . . ابھی حقیقت حال واضح بھی نہیں ہوئی تھی کہ شور و ہنگامہ مچاتے ہوئے لڑکوں کو اپنی رہائشگاہ کی طرف آتے ہوئے محسوس کیا . . اتنے میں بلا اجازت ایک موٹا تازہ اور پالتو بکرا دہلیز تک آ پہونچا . . اور بچوں کے ہانکنے کے باعث اتنی تیزی سے

دوڑا کہ راستے میں موجود ساری چیزیں چکنا چور ہو گئیں پھر آئینہ کی طرف بڑھا اور ایک زوردار چھلانگ میں اپنی مضبوط سینگوں سے آئینہ پر حملہ آور ہوا، نتیجہ ظاہر ہے آئینہ ریزہ ریزہ ہو گیا اور ٹوٹتے ہوئے اس سے عجیب آواز پیدا ہوئی . . !

یہ سب کچھ آن کی آن میں ہوا . . یہ منظر دیکھ کر مجھے لگا کہ جیسے میرا گھر کسی چڑیا خانہ کے سامنے ہو، حالانکہ میں محلّہ عباسیہ میں مقیم ہوں اور چڑیا گھر **جیـــــزہ** میں ہے . . میں نے چارپائی سے چھلانگ لگائی اور اہلیہ بکرے کے حملے سے ڈر کر کمرے کے ایک گوشے میں سمٹ گئیں . . وہ امید بھری نگاہوں سے مجھے دیکھنے لگیں اور خوابگاہ میں داخل اس پاگل جانور سے نمٹنے کے لئے آمادہ کرنے لگیں . . شور و ہنگامہ اور آئینہ کے بکھرے ہوئے ٹکڑوں نے بکرے کو مزید بھڑکا دیا . . مجھے اس

کی آنکھوں اور سینگوں میں موت کی جھلک دکھائی دی . .
چنانچہ میں نے سانڈوں سے زور آزما ہونے کے تمام کیل کانٹے درست کر لئے اور پلنگ کی چادر کو پکڑ لیا، اور اس سے قبل کہ بکرے کے سامنے اپنی جواں مردی دکھاؤں' خالہ زاد بہن انتہائی پریشانی کی حالت میں آتی ہیں . . انہیں محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے میں بکرا ذبح کرنے جا رہا ہوں اور اس یقین کے ساتھ کہ عنقریب میں اسے موت کے گھاٹ اتار دوں گا' زور سے چیختی ہیں:

-ارے نہیں رکئے، یہ بکرا (سید بدوی) کا ہے۔

پھر بکرے کو آواز دی اور وہ ناز و نخرے سے ان کی طرف بڑھا، گویا وہ دلارا بچہ ہے . . پکڑ کر سر پر دست شفقت پھیرتی ہیں اور کہتی ہیں یہ جوان اور خوبصورت بکرا میں صعید سے اپنے

ساتھ لائی ہوں، تین سال سے اسے پالا پوسا ہے . . یہی عمران کے لڑکے کی بھی ہے؛ کیونکہ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر میرا بیٹا صحیح سلامت زندہ رہ گیا تو میں سید بدوی کے آستانے پر ایک بکرا ذبح کروں گی، اور پرسوں تیسرے سال کا پہلا دن نذر پوری کرنے کا مقررہ وقت ہے . . . !

۞ وہ یہ سب کہتے ہوئے بہت خوش تھیں . . میں ان کے شوہر کی تلاش میں برآمدے کی طرف نکلا، وہ انتہائی خوش تھے . . انہوں نے مجھے طنطا ساتھ چلنے کے لیے کہا . . تا کہ میں اس بڑے میلے کا مشاہدہ کروں۔ وہ لوگ چونکہ دور سے آئے تھے اس وجہ سے ساتھ صرف بکرا لا سکے . . لیکن سید بدوی کے مزار سے قریب رہنے والے اونٹ تک بھیجتے ہیں . . خالہ زاد بہن کے بیٹے کی زندگی کے بقا کے لیے میرے لئے مناسب تھا کہ ان سے

چکنی چپڑی باتیں کروں، ورنہ میں قطع تعلق کرنے والا سمجھا جاؤں گا . . خالہ زاد بہن کا لڑکا زندہ رہتا یا مرجاتا یہ اہم بات نہیں تھی . . البتہ ان کی خواہش کے مطابق شرک کے میلے میں میرا جانا ضروری تھا۔ میں بڑے پس وپیش میں تھا کہ آخر ان لوگوں کو کیسے سمجھاؤں کہ وہ راہ کفر پر گامزن ہیں . . ؟ مزید یہ کہ تین سال سے جو وہ سنہرا خواب دیکھ رہی تھیں اگر میں اسے چکنا چور کردیتا ہوں تو اس کے کیا نتائج برآمد ہوں گے . . ؟

یہ سوچ کر کہ مردوں کو عورتوں پر دسترس حاصل ہے، تبلیغی مہم کا آغاز شوہر سے کیا . . اور اسی مقصد کے تحت انہیں گھر کے ایک گوشہ میں لے گیا اور عمداً ساتھ میں ''امام محمد بن عبد الوہاب'' نامی کتاب لے لی . . میرے ہاتھ میں کتاب دیکھ کر اسے لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا، سرورق سامنے کیا اور کتاب کا نام

پڑھتے ہی وہ کود اٹھے جیسے ہاتھ سے آگ کا انگارہ پکڑ لیا ہو . . !

انہوں نے چیختے ہوئے کہا: یہ میں کیا پڑھ رہا ہوں . . ؟ یہ کتاب مجھ تک کیسے پہونچی . . ؟ ضرور کسی نہ کسی کی سازش ہے . . وہ جانتے ہیں کہ میں سنجیدہ مزاج اور متدین آدمی ہوں، قبروں کی زیارت کرنا، ان پر شمعیں جلانا، نذر و نیاز پیش کرنا اور کبھی کبھار مزاروں پر زندہ یا مردہ چڑھاوے چڑھانا میرا محبوب مشغلہ ہے، جیسا کہ وہ خود یہ سب کچھ کرتے ہیں . . ان کی آنکھوں میں ہمیں غم کے آنسو نظر آئے . . کہ تقدیر نے مجھے اس کتاب تک پہونچا دیا . .

خیال آیا میرے ساتھ ڈاکٹر جمیل غازی نے جو موقف اپنایا تھا حالات کے پیش نظر میرے لئے وہی طریقہ کار اپنانا ضروری ہے . . مشیت الٰہی کہ یہ میرے امتحان کی گھڑی تھی . .

توحید سے متعلق جو کچھ پڑھا' آیا اس کو بروئے کار لاسکتا ہوں کہ نہیں . . ؟ جو کچھ پڑھا وہ یقین اور اعتماد سے پڑھا کہ بس یوں ہی . . ؟ بلکہ ایسے نازک حالات میں میرے لیے اپنے عقیدے پر ڈٹا رہنا اور دوسروں کو قانع بنانا سب سے اہم چیز تھی؛ کیونکہ معاشرے میں بے اثر ہونا بدعقیدوں کا شیوا ہے توحید پرستوں کا نہیں . . اور یہ چنداں معقول نہیں کہ توحید کو اپنے آپ میں محصور رکھوں اور دوسروں کو ضلالت وگمراہی میں بھٹکتا چھوڑ دوں؛ اگر ایسا کرتا ہوں تو اس کا ردعمل یہ ہوگا کہ ایک عرصہ بعد لوگ مجھے اپنے ساتھ خرافات کے سیلاب میں لے ڈوبیں گے . .

ایسی صورت میں ضروری ہے کہ انہیں خوش اسلوبی سے راہ راست پر لاؤں . . خاموشی کی صورت میں اسے لائق اعتنا

نہیں سمجھیں گے . . ضروری ہے کہ انہیں شرک سے متنفر کروں . . اور وہ ضرور توبہ کرنے پر مجبور ہوں گے۔ کیونکہ خرافات مبنی برضلالت ہوتی ہیں، اس لئے محض شک کی بنا پر وہ پیوند خاک ہو جائیں گی . . اور حق اگر پیہم اس کے تعاقب میں ہو تو یقیناً اس کی بیخ کنی کر سکتا ہے . . یا کم سے کم اس کے بڑھتے قدم تو روک ہی سکتا ہے تاکہ دوسرا اس کی زد میں نہ آئے۔

ان وجوہات کے پیش نظر اللہ کے سہارے اس شخص کے سامنے اپنی بات رکھنے کا قطعی فیصلہ کر لیا . . معاملہ آسان نہیں تھا . . ضروری تھا کہ پہلے میں اسے اطمینان دلاؤں اور شیخ محمد بن عبد الوہاب کی ذات سے متعلق جو اسے غلط فہمی تھی اسے دور کروں . . پھر وہابیت اور وہابیوں کے سلسلے میں جو بات اس کے ذھن میں بیٹھی ہوئی تھی اسے زائل کروں . . آغاز گفتگو

میں انہوں نے وہابیوں پر کچھ ایسے غلط الزام لگائے اللہ جانتا ہے کہ دعوتِ توحید ان الزامات سے اسی طرح بری ہے جیسے بھیڑیا' حضرت یوسف علیہ السلام کے خون سے بری تھا . . !

پہلے تو میں نے پرجوش انداز میں . . دعوت توحید کے برخلاف پھیلائے جانے والی نفرت اور بغض وعداوت کی وجہ بیان کی . . اور کہا کہ بھلا ایسے کیا ہوسکتا ہے جبکہ توحید ہی نے شریعت کے مناروں کو جگمگایا، اصول عبادات میں روح پھونکی جس کی بدولت مکر وفریب کا پیشہ ختم ہوا، مزاروں اور آستانوں کے مجاوروں اور محافظوں کی قلعی کھلی اوران لوگوں کا فردہ فاش ہوا جوسالہا سال سے جنت میں جگہوں (سیٹوں) کے طلبگاروں پر نیکیاں تقسیم کرکے اوران کے ہاتھوں برکتیں بیچ کر . . ڈھیر سارا مال جمع کرلیتے تھے . . (فوری ریزرویشن کی ترغیب

دیتے ہوئے کہتے تھے)۔ ۔ جنت میں سیٹیں محدود ہیں اور وقت قریب آ گیا ہے۔ ۔ ! ولاحول ولاقوۃ الا باللہ العلی العظیم ۔ ۔ !

پھر ان کے چہرے پر ہمیں بھلائی کے کچھ آثار نظر آئے ۔ ۔ گھبرائی سی نگاہوں سے دیکھا ۔ ۔ گویا بے ہوشی سے ہوش میں آ رہے ہوں ۔ ۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود توحید پرستوں کو برا بھلا کہنے سے باز نہیں آئے اور ولیوں کی جان توڑ موافقت کرنے لگے کہ اولیائے کرام اگرچہ قبروں کے اندر سوئے ہیں لیکن اپنی اپنی روحوں کے ذریعہ کائنات پر حکومت کرتے ہیں، نیز ہر شب جمعہ کسی قطب کے پاس اجتماع کی خاطر بلائے جاتے ہیں ۔ ۔ یہی نہیں بلکہ خدا رسیدہ عورتیں قطبوں سے ملتی ہیں اور نظام کائنات چلانے میں انکا ہاتھ بٹاتی ہیں ۔ ۔ !

اس کے دل ودماغ میں بسے تیس سالہ اعتقادات دور کرنے کی مجھے خواہش نہیں تھی . . اس لیے میں نے معاملے میں صرف غور وفکر کرنے کی پیش کش کی . . کہ اللہ کے نزدیک آیا قبر میں سوئے ہوئے ان پیروں کا مرتبہ بلند ہے یا اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا؟!! تعصب کی عینک اتار کر اس مسئلہ میں خوب غور کریں اور نتیجہ سے ہمیں آگاہ کریں . . انہوں نے مجھ سے وعدہ کیا کہ میں ضرور غور وفکر کروں گا، لیکن وہ مجھ سے صرف اتنا مطالبہ کرتے ہیں کہ میں اس مبارک سفر میں طنطا تک ان کے ساتھ چلوں . . میں نے کہا: یہ تو ہم سے نہیں ہوسکتا . . جب آپ اور آپ کی اہلیہ بیٹے کی زندگی کی خاطر سید بدوی کے مزار پر جانے کا عزم مصمم کیے ہوئے ہیں . . تو اس کا واحد مطلب یہ ہے کہ زندگی اور موت سید بدوی کے ہاتھ میں ہے . .

اتنا کہنا تھا کہ وہ مجھے نگاہیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگے اور چیختے ہوئے کہا:

''بھلے آدمی کفر مت کیجیے۔''

میں نے کہا: کون کفر کرتا ہے . . ؟ کیا میں کہ آپ سے اللہ کی طرف متوجہ ہونے کو کہہ رہا ہوں . . ؟ یا آپ کہ سید بدوی کے مزار تک جانے پر مصر ہیں؟!

یہ سن کر وہ خاموش ہوگئے اور میرے اس ناصحانہ کلام کو مہمان کی توہین وتذلیل پر محمول کیا اور اہلیہ کو ساتھ لیا، اہلیہ نے بیٹا سنبھالا، بکرا لیا اور وہ سب قاہرہ کے عباسیہ محلّہ سے طنطا کے لئے روانہ ہوگئے۔ الوداع کہتے وقت شوہر کے کان میں' میں نے آہستہ سے کہا: شرک کے میلے سے واپسی پر اگر آپ ہمارے یہاں نہ آئیں . . تو میں آپ کا شکر گزار ہوں گا . . ورنہ مجھ

سے کوئی تکلیف دہ حرکت سرزد ہوسکتی ہے . . یہ سن کر وہ حیران وششدر رہ گئے اور یہ عجیب وغریب قافلہ بکرا ہانکتے ہوئے طنطا کے لئے رواں دواں ہوگیا . . !

یہ منظر دیکھ کر اہلیہ ناک بھوں چڑھانے لگیں، مجھے سرزنش کرتی رہیں، ان کے خیال میں ہم نے مہمانوں کے ساتھ سختی کا برتاؤ کیا . . جبکہ ان کی یہ تگ ودو اپنے اس اکلوتے بیٹے کی خاطر تھی . . جو درازی عمر کے بعد زندہ بچ سکا تھا، اس سے پہلے وہ کئی بچوں کو سپرد خاک کر چکے تھے۔ میں نے برافروختہ ہوکر اہلیہ سے کہا: اگر لڑکا زندہ رہتا ہے تو اس لئے کہ اللہ نے اسے زندہ رکھنا چاہا اور اگر انتقال کر جاتا ہے تو اس لئے کہ اللہ کو وہی منظور تھا . . اللہ کے اوامر اور اس کی مشیت میں اس کا کوئی شریک نہیں۔

❁ میں جریدہ کے دفتر گیا جہاں کام کرتا تھا . . آفس پہنچنا

تھا کہ ڈاکٹر جمیل اپنے کسی ذاتی معاملہ میں تبادلۂ خیال کے لیے مجھے ٹیلیفون کرتے ہیں، لیکن ان کے دل میں خیال نہیں کہ مجھ سے یہ دریافت کریں کہ: کتاب نے مجھ پر کیا اثر ڈالا؟ یا میں نے کتاب کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اور میں خود ان سے یہ کہنے پر مجبور ہو گیا کہ: میں کتاب میں موجود کچھ چیزوں کے بارے میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں . . چنانچہ رات میں ہم دونوں اکٹھا ہوئے، میں نے ''صعید'' سے آئی ہوئی مصیبت کے بارے میں انہیں آگاہ کیا۔شرک سے انہیں دور کرنے کی میری کوششوں پر ڈاکٹر صاحب نے کوئی تبصرہ نہیں کیا . . حالانکہ ابھی کچھ دنوں پہلے تک . . میں ان لوگوں سے کم شرک کرنے والا نہیں تھا، میں نے عرض کیا: کیا آپ اس پر دھیان نہیں دے رہے ہیں کہ میں ان سے بعینہ وہی باتیں کہتا ہوں جو آپ مجھ سے

کہہ رہے تھے!؟

متانت وسنجیدگی کے ساتھ غصہ کے انداز میں وہ بولے: مجھے یقین تھا کہ دعوت کے لئے تم مفید چیز ثابت ہوگے . . میں نے احتجاج کرنا چاہا کہ آپ مجھے ''چیز'' کہہ رہے ہیں کیا میں انسان نہیں؟ لیکن ڈاکٹر صاحب نے مجھے یہ کہنے کا موقع نہیں دیا اور اس سلسلہ گفتگو کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں: اتنا سب کچھ صرف آدھی کتاب کے پڑھنے کے بعد ہوا، اگر تم دوسری کتابیں بھی پڑھ لو تو تمہارا کیا حال ہوگا؟! اور ہنسی میں غرق ہوگئے۔

کچھ دنوں کے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میری وہ رشتہ دار میرے گھر آئے بغیر ہی ''طنطا'' سے براہ راست ''صعید'' واپس چلی گئیں اور وہ مجھ سے بہت ناراض ہیں۔ مزید برآں خاندان کے سبھی بزرگوں سے میری شکایت کی ہیں۔ دوسرے ہفتہ اچانک

گھر کی گھنٹی بجتی ہے۔ ۔ میرا چھوٹا لڑکا جاتا ہے کہ دیکھے کون آیا ہے۔ ۔ واپس ہو کر کہتا ہے کہ:

- ابراہیم حران تشریف لائے ہیں ۔ ۔

''حران''۔ ۔ یہ تو میری خالہ زاد بہن کے شوہر ہیں ۔ ۔ کیا بات ہے ۔ ۔؟ کیا کوئی دوسرا بکرا تو نہیں لائے، کسی دوسرے مزار پر کوئی نئی نذر پوری کرنے کے مقصد سے تو نہیں آئے۔ ۔ آخر معاملہ کیا ہے۔ ۔؟ میں نے سوچ لیا تھا کہ اس مرتبہ میرا غصہ پردہ خاموشی کو چاک کر کے منظر عام پر آ جائے گا، خواہ مار پیٹ ہی کی نوبت کیوں نہ آ جائے ۔ ۔ چنانچہ میں پر جوش انداز میں دروازہ کی طرف بڑھا ۔ ۔ دیکھتا ہوں وہی حران مصافحہ کے لیے ہاتھ بڑھا رہے ہیں، میں نے اندر تشریف لانے کے لیے کہا وہ انکار کر گئے ۔ ۔ عجیب بات ہے پھر کیوں آئے ۔ ۔ ؟ کس

مقصد سے آئے؟ بناوٹی مسکراہٹ کے ساتھ وہ کہتے ہیں: مجھے ''شیخ محمد بن عبدالوہاب'' نامی کتاب چاہیے، یہ سن کر کافی دیر تک میں انہیں دیکھتا رہا اور ایک قریب کرسی پر جا کر بیٹھ گیا . . !

جاہلیت کا ایک قلعہ منہدم ہو گیا . . لیکن کیوں؟ یہ انہدام کیسے عمل میں آیا؟ میرے دوست ابراہیم کا خود بخود دوڑ کر آنا . . توحیدی مشن کے آغاز کی پیش کش اور اس پر اصرار کرنا . . (طنطا سے) واپسی کے بعد ضرور کوئی نہ کوئی بات ہوئی جس نے ابراہیم کی آنکھیں کھول دیں اور انہیں وہ حقائق نظر آئے جن سے وہ مدتوں غفلت میں رہے . . ! کسی اہم خارجی اسباب کے بغیر ایسا ہونا ممکن نہیں ۔

اللہ کا کرم ہوا کہ میں بے ہوش ہوتے ہوتے بچا . . انہوں نے گفتگو شروع کر دی . . پہلا جملہ جو ابراہیم کے منہ سے نکلا

ایسا پُر درد اور گراں تھا جیسے کسی پہاڑ کی چوٹی سے لڑھکتی ہوئی چٹان. . جس نے میرے کان پھاڑ دیے . . پھر زمین پر گر کر ریزہ ریزہ ہو جائے اور ملبے سے قریب اشخاص کو خون میں نہلا دے، وہ کہتے ہیں:

(طنطا سے) واپسی کے بعد میرا لڑکا انتقال کر گیا. . ! انا لله وإنا إليه راجعون . . ابراہیم کا لگا تار مرنے والا یہ چوتھا لخت جگر تھا، اسی طرح جب لڑکا تین سال کا ہو جاتا . . اپنے بھائی سے جا ملتا . . اور ابراہیم بجائے اس کے کہ وہ طبی معائنہ کے بعد کسی اچھے ڈاکٹر سے اپنا اور اہلیہ کا علاج کراتے . . کیونکہ ممکن تھا کہ ماں یا باپ کے خون میں کسی خرابی کے باعث یہ حادثات رونما ہوتے ہیں . . ابراہیم اور ان کی اہلیہ کو شیوۂ نذر و نیاز ہی راس آیا۔ ہر بچے کی پیدائش کے بعد ان کا یہی کہنا

تھا کہ اس بار اگر میرا لڑکا زندہ بسلامت بچ جاتا ہے تو فلاں مزار پر چڑھاوے چڑھائیں گے ،فلاں آستانے پر نذرانے پیش کریں گے ،یا بنی سویف نامی پہاڑ کے غار میں خصی ذبح کریں گے،لیکن یہ سب کچھ ان کے کام نہیں آیا . .

جو کچھ بھی ہوا اگر چہ ابراہیم کی جہالت اور اپنے آپ پر ظلم کے باعث ہوا . . لیکن ہمیں اس المناک حادثہ کا بڑا غم ہوا . . اور حقیقت میں مجھے بڑی تکلیف ہوئی . . میں نے ان کا ہاتھ پکڑا اور اندر گھر میں لے گیا . . اور بیٹھ کر افسوسناک حادثے کی تفصیل سننے لگا . . !

ہوتا یوں ہے کہ ابراہیم مع اہل وعیال طنطا سے گھر واپس ہوتے ہیں اور سید بدوی کی دہلیز پر ذبح کردہ خصی کا تھوڑا گوشت اپنے ساتھ لاتے ہیں . . جہالت پر مبنی رسم ورواج کے مدنظر

خویش و اقارب میں بطور برکت تقسیم کرنے اور انہیں کھلانے کی خاطر ایسا کرنا ضروری بھی تھا . . لیکن مناسب حفاظت نہ ہونے کے باعث گوشت خراب ہوگیا . . نتیجہ یہ ہوا کہ کھانے والوں کو کالرا کی شکایت ہوگئی . . بڑے لوگوں نے تو اس کا مقابلہ کرلیا اور ثابت قدم رہے . .

اور جہاں تک لڑکے کی بات ہے تو وہ بیمار ہوگیا، ماں جہالت کے سبب یہ امید لگائے بیٹھی تھی کہ سید بدوی ضرور بچے کو شفا دیں گے . . لیکن بچے کی حالت بگڑ گئی . . آخرکار مجبور ہوکر ڈاکٹر کے پاس لے گئیں جو اس بات سے حواس باختہ ہوگیا کہ ماں نے اتنے دنوں تک لڑکے کو چھوڑے رکھا جو عذاب سے دوچار ہوتا رہا . . لڑکا چار دنوں سے بیمار تھا . . ڈاکٹر نے اپنا سر ہلایا، لیکن وہ لڑکے کی زندگی سے مایوس نہیں تھا . . دوا لکھا،

انجکشن بھی دیا لیکن بچے کی حالت ابتر ہوگئی اور قوت مدافعت نے جواب دیدیا . . نتیجہ یہ ہوا کہ لڑکا انتقال کر گیا!

بچے کے انتقال سے پریشانیاں شروع ہوئیں . . ماں کو نا قابل برداشت صدمہ پہنچا . . ان کا شعور واحساس ختم ہوگیا . . اور دیوانگی طاری ہوگئی . . جو بھی چیز سامنے آتی اسے اپنا کھویا ہوا بیٹا سمجھ کر سینے سے لگا لیتیں، کندھے پر رکھ کر اسے تھپکیاں دیتیں . . اورابا حضور تو اس صدمہ سے اتنا متاثر ہوئے کہ گوشہ نشین ہوکر پوری گہرائی سے سوچنے لگے،ان کی سمجھ میں بات آ گئی کہ سب کچھ اللہ کے ہاتھ میں ہے . . اس کا کوئی شریک نہیں . . اور سالہا سال سے مزاروں اور آستانوں کی سیر . . لا حاصل ثابت ہوئی . . ساتھ ساتھ انہوں نے اس بات کا اعتراف بھی کیا کہ میرے اور آپ کے درمیان جو باتیں

ہوئیں. . اس المناک حادثہ کے بعد . . اس کی آواز بازگشت میرے کانوں میں گونجتی رہتی ہے، پھران کی زبان گنگ ہوگئی . . ! چنانچہ میں نے کچھ تعزیتی کلمات کہے جو عام طور پر ایسے نازک حالات میں کہے جاتے ہیں. . لیکن وہ کچھ اور کہنا چاہتے تھے، اپنی بات وہ مکمل نہیں کر سکے تھے . . مصیبت زدہ اہلیہ کا کیا ہوا؟ ان کی دیوانگی زائل ہوئی کہ نہیں؟

چنانچہ میں نے خیریت پوچھتے ہوئے کہا: بچے کی والدہ محترمہ کے ذہن ودماغ سے اس حادثۂ جانکاہ کے اثرات زائل ہوگئے ہونگے؟

سر جھکا کر جواب دیا: میکے والے اسے بھی بعض مزاروں اور گرجا گھروں کی زیارت کرانے پر مصر ہیں. . وہ کسی ماہر نفسیات یا اعصاب ڈاکٹر کو دکھانے سے انکار کرتے ہیں . .

اسی پراکتفانہیں کیا۔ ۔ بلکہ اسے ایک خاتون کے پاس بھی لے گئے جس کا جن سے تعلق ہے اوراس نے سفید طشتری میں کچھ لکھا بھی۔ ۔ اس طرح سے بیماری دن بدن بڑھتی جاتی ہے اورحالت سنگین ہوتی جاتی ہے ۔ ۔ حقیقت ہے یہ حیلہ ساز جو کچھ کرتے ہیں ادا کردہ پیسوں کے ساتھ ساتھ فنا کے گھاٹ اتر جاتا ہے ۔ ۔ !

اور جب میں نے تماشا بند کرنا چاہا ۔ ۔ اوراصرار کیا کہ یا تو کسی ڈاکٹر سے علاج کرائیں ۔ ۔ یا طلاق لے لیجئے؛ کیونکہ آپ ہی حضرات نے اسے خراب کیا ہے ۔ ۔ تو خوش دامن سامنے آتی ہیں اور مجھے چیلنج دیتی ہیں،اور اس کے سر پر سوار ہوجاتی ہیں۔ جس کی بناپر بادل نخواستہ طلاق دینے پر مجبور ہوگیا ۔ ۔ !

❁ یہ پُر درد داستان سن کر میری ہیجانی کیفیت ہوگئی اور مطلوبہ کتاب میں نے انہیں دیدی حالانکہ ڈاکٹر جمیل سے حاصل کردہ کتاب کسی کو دینا نہیں چاہتا تھا . . ہاتھ میں لیکر انہوں نے کتاب الٹ پلٹ کر دیکھا . . آخری صفحہ پر لکھی ہوئی عبارت بآواز بلند اس انداز سے پڑھنا شروع کیا . . گویا ہمیں سنانے سے پہلے وہ اپنے آپ کو سنانا چاہتے ہوں:

اسلام کے نواقض (یعنی اسلام سے خارج کردینے والی چیزیں) شیخ الإسلام محمد بن عبدالوهاب کے ملفوظات . .

﴿إِنَّهُ مَن يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَ مَأْوَٰهُ النَّارُ وَمَا لِظّٰلِمِيْنَ مِنْ أَنْصَارٍ ﴾ [المائدة:٧٢]

''مرتکب شرک پر اللہ نے جنت حرام کر دیا ہے، اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ظالموں کا کوئی یار ومددگار نہیں۔'' (المائدۃ:۷۲)

غیـر اللہ کے لیے جانور ذبح کرنا بھی شرک ہے، مثال کے طور پر کوئی شخص جن یا قبر کے لیے جانور ذبح کرے۔

اور اپنا سر اٹھا کر مجھ پر ایک غائرانہ نگاہ ڈالی . . پھر کتاب لے کر چلتے بنے یہ یقین دلاتے ہوئے کہ کتاب چند دنوں بعد واپس کر دوں گا، ساتھ ساتھ مجھے اس بات کا مکلّف بنایا کہ ان کے لیے مزید ایسی کتابیں فراہم کروں جو شاہراہِ توحید پر چلنے میں مددگار رہوں . . !

ابراہیم تو چلے گئے لیکن ان کے ساتھ وقوع پذیر ہونے والا المناک حادثہ ناسور بن کر میرے ذہن ودماغ پر ٹپکتا رہا . . کیوں کہ یہ کسی ایک شخص یا ایک جماعت کا المیہ نہیں ہے، بلکہ اکثر وبیشتر اسلامی ممالک میں بعض مسلمان (بلکہ بیشتر مسلمان)
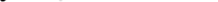
اس المیے سے دوچار ہیں . . خرافات ان کے نزدیک حق کے بنسبت زیادہ محبوب ہے، ہدایت کے مدمقابل' گمراہی ان کے دلوں سے قریب تر ہوگئی ہے اور بدعتیں انہیں سنت رسول سے کوسوں دور کھینچ لے گئی ہیں . . . !

ڈاکٹر جمیل سے فون پر رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی . . خواہش تھی کہ قصداً ابراہیم کی آخری کڑی انھیں سناؤں لیکن سوئے اتفاق ملاقات نہیں ہوسکی، چنانچہ قطر سے شائع ہونے والے ایک ماہنامہ میگزین کے لئے مقالہ لکھنے میں مشغول ہوگیا . . عربی ادب میں جرائم سے متعلق اس میگزین میں ہمارے مضامین شائع ہوتے تھے، مصادر ومراجع بالترتیب رکھ کر بعون اللہ لکھنا ہی شروع کیا تھا کہ اتنے میں ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے لگتی ہے . . ٹیلیفون کرنے والا وزارت داخلیہ کا کوئی سرکاری

ملازم تھا . . جرائم سے متعلق ماہر صحافی ہونے کی بنا پر وہ مجھے ایک ٹائل پیشہ مزدور کے حادثہ قتل کی تحقیق میں حاضر ہونے کی دعوت دے رہا تھا، اس کی لاش دو دن پہلے ایک بڑی بوری میں ملی تھی . . !!

ساری مشغولیات ترک کر کے جائے تحقیق پہنچا . . وہاں پہونچنے کے بعد عجیب بات سامنے آئی . . یہ کیس بھی شرک وکفر، مکروفریب اور شعبدہ بازی کی گہری کھائی میں گرنے کی بنا پر ہوا . . حادثہ کچھ اس طرح تھا کہ سن کر رونگٹے کھڑے ہو جائیں . .

مقتول کا دعویٰ تھا کہ جن سے اس کی دوستی ہے (وہ عامل ہے) میاں بیوی کے مابین اختلاف کو ختم کر کے ان کے درمیان صلح کرانے کی اسے پوری قدرت حاصل ہے، کچھ بیماریوں کا

علاج بھی جانتا ہے، مشکل ترین معاملات کا حل بھی اس کے پاس ہے، ساتھ ساتھ ٹائل لگانا تو اس کا پیشہ ہی تھا . . !

البتہ قاتل . . صعید مصر کا رہنے والا تھا . . جس کی عمر پچاس سال سے زائد تھی، شادی شدہ تھا لیکن بیوی سے کوئی اولاد پیدا نہیں ہوئی. . جس کی وجہ سے اسے طلاق دیکر ایک سترہ سالہ دوشیزہ سے شادی کر لی لیکن اس سے بھی کوئی اولاد نہیں ہوئی . . باوثوق ذرائع سے اسے یہ بات معلوم ہوئی کہ مطلقہ بیوی بغرض انتقام جادو چلا رہی ہے تا کہ نئی بیوی سے اولاد پیدا نہ ہوسکیں . . یہ دیکھ کر اس چالیس سالہ نوجوان سے رابطہ قائم کیا . . اور جادو کو ناکام بنانے سے متعلق بات طے ہوگئی. . اس دجال کو مناسب موقع ہاتھ لگا . . اس کے ہمراہ گھر گیا. . اور شام کا مرغن کھانا کھانے کے بعد جنوں کو حاضر کرنے کی

خاطر دھونی، موم بتی اور خوشبو جیسی ضروری اشیاء لانے کو کہا. . گھر کے اندر خوبصورت بیوی اور اس دجال کو تن تنہا چھوڑ کر وہ سامان خریدنے کے لیے بازار گیا . . ! ایسے نازک حالات میں جو ہونا چاہیے ہوا . . چنانچہ اس شعبدہ باز نے بیوی پر دست درازی کر کے زبردستی اس کی عصمت دری کرنا چاہا، لڑکی پاکدامن اور شریف خاندان کی تھی . . وہ بھاگ کھڑی ہوئی اور شوہر کے آنے تک کسی پڑوسن کے یہاں پناہ لینے کی خاطر گھر سے نکل ہی رہی تھی کہ تب تک شوہر سے دروازہ پر ملاقات ہو جاتی ہے . . وہ جلد بازی میں پیسہ کا پرس بھول گیا تھا . . غصہ میں ڈوبی بیوی نے اس مکار کی پوری داستان کہہ سنائی، صعیدی شوہر جذبات میں آ گیا، ایک مضبوط لاٹھی اٹھائی اور دجال کے کمرے میں داخل ہو کر اس پر لاٹھی برسانا شروع

کیا . . جس کے اثر سے اس کمینے کا سر پھٹ گیا . . قصہ تمام
اب اس کے سامنے لاش تھی جس سے چھٹکارا حاصل کرنا ضروری
تھا . . وہ بیٹھ کر سوچنے لگا !

رات میں نکلا، ایک بڑی بوری خریدی اور واپس ہو کر لاش کو
اسی میں رکھ دیا اور بیٹھ کر آدھی رات ہونے کا انتظار کرنے لگا .
. نصف شب گزر جانے کے بعد لاش اپنے کندھے پر رکھا
اور محلے سے قریب ایک میدان میں ڈال آیا . . گھر واپس
ہو کر آثار قتل مٹانے میں مصروف ہو گیا . . اس کے خیال میں
اس نوجوان مکار سے ہمیشہ ہمیش کے لئے فرصت مل گئی !

لیکن پولیس کے آدمی لاش ملنے کے بعد اس بوری سے متعلق
جس میں لاش رکھی ہوئی تھی اپنی تحقیق شروع کی . . اور محلے
میں پرچون کے دو کانداروں سے پوچھنا ہی تھا کہ اتنے میں ایک

کہتا ہے کہ فلاں ابھی کل خرید کر لے گیا ہے، چنانچہ پولیس نے قاتل کو حراست میں لے لیا اور جائے واردات کی تحقیق کے بعد انہیں وہاں آثار قتل نمایاں نظر آئے۔ کافی پریشان کرنے کے بعد قاتل نے اعتراف جرم بھی کرلیا . . !

اس کیس کی تحقیق میں میرا جانا یوں ہی نہیں ہوا بلکہ دربار الٰہی میں ہر چیز مقدر ہوا کرتی ہے . . چنانچہ قدرت بداعتقادی ہی پر مبنی اس حادثہ کو ہمارے سامنے اس لیے کھڑا کرتا ہے . . تاکہ میں دنیا والوں سے عقیدہ اور خرافات سے متعلق بنیادی خرابیوں کے بارے میں تبادلہ خیال کرسکوں . . آخر خرافات معاشرے میں بلا روک ٹوک کس طرح رائج ہو رہی ہیں؟ کیا اس لیے کہ ان کی تجارت کرنے والے' لقمۂ اجل بننے والوں سے زیادہ چالاک ہیں؟

خرافات وبدعقیدگی کے شکار یہ کروڑوں لوگ ان خرافات کوعمل میں لانے، ان پر ایمان ویقین رکھنے اور ان کے لیے تعصب برتنے پر کیسے آمادہ ہوجاتے ہیں؟ یا کہ بت پرستی یعنی محسوسات اورملموسات پر ایمان. . جوکہ اہل دنیا کے ذہن ودماغ پرصدیوں قابض تھی . . کچھ لوگوں کی ناقابل بیان نفسیاتی حالات کی مدد سے لوگوں پر ازسرنو مسلط ہونا چاہتی ہے!!؟

اب دیکھئے نہ اس جرم میں قاتل ومقتول دونوں کے دونوں بدعقیدہ ہیں . . صرف نام کی حدتک اسلام سے واقفیت ہے . . ایک طرف مقتول اگر جادوگر ہے، اللہ کے بندوں کے درمیان بداعتقادی کوہوادیتا ہے، ان پرجھوٹ بولتا ہے، دعویٰ کرتا ہے کہ جنوں سے اس کا تعلق ہے اوران کی مدد سے وہ لوگوں کونیک

بخت یا بد بخت بنا تا ہے، شفایابی اور بیماری دیتا ہے۔ یہ چیز عوام کے حق میں ضرر رساں ہونے کے ساتھ ساتھ اعلی درجہ کا شرک بھی ہے . .

تو دوسری طرف قاتل کثرت جہالت کی بنا پر اس بات کا معتقد ہے کہ کوئی اسی جیسا انسان اسے لڑکا یا لڑکی پیدا کرنے کی صلاحیت بخش سکتا ہے! ممکن ہے وہ عذر پیش کرے کہ صاحب اولاد ہونے کی خواہش نے اسے اندھا کر دیا . . لیکن نہیں، اگر اس کا عقیدہ صحیح ہوتا . . اور اسے یہ ذہن نشین کرایا گیا ہوتا کہ اللہ کا کوئی شریک نہیں اور نفع ونقصان کا مالک صرف اللہ ہے، نیز اس طرح کے اعتقادات ومفاہیم اس کے دل کی گہرائیوں میں بیٹھا دیے گئے ہوتے . . تو وہ کبھی بھی کسی حیلہ ساز کے سامنے سر تسلیم خم نہیں کرتا . . اور اس کا عقیدہ اسے اس

قسم کے مکاروں کے ہاتھوں بکنے سے ضرور بچالیتا!!

۞ اکثر و بیشتر معاملہ یہاں تک پہنچ جاتا ہے کہ بعض متعصب حضرات اپنے آپ کو خرافات کا علم بردار تصور کرتے ہیں . . اس کی نشر واشاعت اور اس کا دفاع کرتے ہیں اور اس کے لیے لڑائی کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں . . کبھی کبھار تو ہم ایسے لوگوں کو دیکھتے ہیں جو مجلسوں میں چیلنج کرتے ہیں . . چنانچہ وہ بیان کرتا ہے کہ فلاں پیر نے کس طرح اسے ان دنوں سر پر کھڑی مصیبت سے چھٹکارا دلایا، اور یہ کہ اگر فلاں ولی اس کے لیے تعویذ وگنڈا تیار نہیں کرتا تو اسے امسال ہرگز ترقی نہیں ملتی، بیوی سے اس کا جھگڑا چل رہا تھا' اگر فلاں شیخ کا لکھا ہوا تعویذ بغل میں نہ رکھ لیا ہوتا تو طلاق کی بھی نوبت آسکتی تھی . . وغیرہ وغیرہ۔ اسی تعلق سے ہمیں اس وقت قاہرہ یونیورسٹی کی ایک فارغہ خاتون کی

کہانی یاد آ رہی ہے جن کے پاس فن زراعت میں پی۔ایچ۔ڈی کی ڈگری تھی اوراس وقت ایک عربی اسٹیٹ میں وزیرزراعت کی آفس سکریٹری کے عہدے پر فائز ہیں۔ایک دن اس ڈاکٹر یٹ خاتون . . کے شوہر نامدار کوتکیہ کے نیچے ایک تعویذ نظر آیا، بیگم سے پوچھا . . وہ کہتی ہیں : آپ کی جانب سے ان دنوں ہمیں قدرے بے رخی نظر آئی ،اس لیے آپ کا دل جیتنے کے لیے تقریباً پچاس جنیہ (مصری کرنسی) میں اسے خریدا ہے . . نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے شوہر نے اس کوطلاق دے دی . . یہ بات مجھے شوہر کے خلاف دائر مقدمہ کی وکالت کرر ہے خود اس عورت کے وکیل نے بتائی. . !

❁ بداعتقادی اسوقت اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے . . جب خرافات کے ماہرین' ولیوں اورمزاروں کے تخصصات (خصوصی

میدان کار) بانٹ دیتے ہیں . . شادی سے مایوس عورتوں کی شادی کرانے کی خاطر فلاں خاتون کے آستانے کا رخ کیا جائے، اگر بے روزگاری ختم کرنا ہو تو فلاں ولی کے مزار کا قصد کیا جائے، فلاں بے باک اور چالاک مشکل کُشا خاتون کا مزار عشق و محبت، ہجر وصال، جدائی اور طلاق کے معاملات حل کرانے کے لئے خاص ہے، دوسرے اور مزار آنکھوں اور بچوں کی بیماریوں اور بدہضمی جیسی شکایتوں کے لئے مختص ہیں . . وغیرہ، وغیرہ . .

پوری پلاننگ اور ایک محکم سازش ہے . . جس کے جال میں بے چارے سادہ لوح اور غریب طبقہ کے لوگ ہی پھنستے ہیں۔لگتا ہے ان لوگوں نے قرآن میں نہیں پڑھا:

﴿وَإِن يَـمْسَسْكَ الـلّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهُ إِلَّا هُوَ وَإِن يَمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ﴾

''اگر اللہ تمہیں اذیت پہنچاتا ہے تو کوئی روک نہیں سکتا اور اگر بھلائی کا برتاؤ کرے تو وہ ہر چیز پر قادر ہے۔''

(سورۃ الأنعام:۱۷)

اور گویا انہوں نے رسول اکرم ﷺ کی وہ حدیث نہیں سنی جس میں آپ فرماتے ہیں:

''جس نے تعویذ لٹکایا' اس نے شرک کیا۔'' (مسند احمد، مستدرک حاکم)

خرافات کا رجحان صرف عوام اور جاہل طبقہ میں ہی منحصر نہیں، بلکہ تکلیف کی بات تو یہ کہ شہرت یافتہ اور بلند پایہ یونیورسٹیوں میں زیر تعلیم طلبا اور طالبات پر بھی اس کا گہرا اثر ہے . . اس کا معنیٰ یہ ہے کہ خرافات ایسے لوگوں کے دلوں میں سرایت کرتی ہیں جن کو ان بدترین اور خطرناک مشرکانہ افعال سے دور رکھنے والے

صحیح عقیدہ کی حمایت حاصل نہیں ہوتی . . اس میں کوئی شک نہیں کہ جو شخص اللہ پر پورے اعتماد ویقین سے ایمان رکھتا ہے، اور اسے اس بات کا یقین ہوتا ہے کہ اللہ ہی ہر چیز کا مالک اور پالنہار ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، اور نہ اس کا کوئی وکیل اور ثالثی ہے . . تو بلاشبہ ایسا شخص اپنی ایمانی قوت اور ٹھوس عقیدے کے سایہ میں زندگی بسر کرے گا . . خرابیاں اس تک ہرگز نہیں پہنچ سکتیں ، بلکہ ساری خرافات اس کی ایمانی چٹانوں سے ٹکرا کر ریزہ ریزہ ہوجائیں گی . . کیوں؟ اس لیے کہ وہ اپنا معاملہ اللہ کے حوالے کر چکا ہے، اور اس کے نزدیک اب اس معاملہ میں تبادلۂ خیال کی گنجائش باقی نہیں!

لٰہذا اللہ تعالیٰ پر ایمان اور صحیح عقیدہ کا انتخاب، ایسی چیزیں ہیں جن کی دست یابی یونیورسٹیوں کی چہار دیواری اور کتابوں

کی سیاہ سطروں میں ضروری نہیں . . بلکہ یہ اس سے کہیں زیادہ آسان ہے . . اللہ تعالیٰ نے اسے ہر کس و ناکس کے دسترس میں کر دیا ہے تا کہ نادار اپنی محتاجی کے باعث اس سے محروم نہ رہ سکے . . یا صاحب ثروت اپنی دولت سے اسے خرید نہ سکے. . !!

جس وقت مضمون کی یہ قسط لکھنے میں منہمک تھا، اچانک مجھے شور وغل نیز رات کی خموشی چاک کرنے والی طبلہ کی ہنگامہ خیز آواز سنائی پڑی . . آہستہ آہستہ شور مزید بڑھتا رہا اور تاریک محلّہ کا سناٹا ختم ہو گیا . . دھن بدلنے کے لیے چند لمحوں کے لیے رکتا . . پھر ڈراؤنے انداز میں بجنے لگتا . . اپنے تجربات کی بنیاد پر الحان اور اس کے ساتھ ہی مکروہ آوازوں سے میں نے پہچان لیا کہ محلّہ کے کسی مالدار خاتون کے گھر تقریب ''زار''

ہورہی ہے . . اوراس نے اپنی جیسی آسیبی حملوں کی شکارعورتوں کوتقریب زارمیں شامل ہونے کی ضروردعوت دی ہوگی . . کیونکہ اس طرح کی تقریب اس کے یہاں پہلی بارنہیں منعقد ہورہی ہے، بلکہ اپنے بدن میں بسے جنوں کو راضی اورخوش کرنے کی خاطر . . اس طرح کی محفلیں وہ ہر چھ ماہ پرر چاتی رہتی ہے. . !

کانوں کا پردہ چاک کرنے والی اس ہنگامہ خیز آواز سے چھٹکارا حاصل کرنے کی میں نے ناکام کوشش کی . . چنانچہ لکھنا بند کردیا اور کوشش ہوئی کہ کچھ پڑھوں . . اتنے میں اور پریشانیوں کے اس ہجوم میں . . ازھر یونیورسٹی کے ایک سرکردہ عالم نیز وزارت برائے اوقاف واز ہر یونیورسٹی امور میں کام کررہے میرے ایک مخلص دوست بغرض زیارت تشریف

لائے ، میں نے ان کا والہانہ استقبال کیا ، میں بہت خوش ہوا؛ کیونکہ مجھے ان کے ساتھ بحث ومباحثہ کرنا پسند تھا اور اس لیے بھی کہ شاید ان کے ساتھ بات چیت' سر پر کھڑی اس مصیبت (بے ہنگم خوفناک شور وغل) سے نجات دے دے گی۔

میں نے اپنے دوست سے اپنی پڑوسن کا شکوہ کیا، جنوں اور جنوں سے متعلق لوگوں کی شکایات ،عورتوں کا اپنے اوپر جنوں کی حملہ آوری کا دعویٰ، نیز مردوں اور عورتوں کے ایک لشکر جرار کا تقریب زار کو پیشہ ورانہ کام بنا لینے سے متعلق بحث شروع ہوئی۔ افسوس کہ ازھر یونیورسٹی سے اعلیٰ ڈگری حاصل کرنے والا وہ شخص . . بڑے پرزور انداز میں کہتا ہے: میری ایک سگی بہن تھی ،شوہر سے اس کی کچھ جھڑپ ہوگئی جس کے بعد اس پر آسیبی حملہ ہوا اور جن نے اس کا داہنا ہاتھ مفلوج کر دیا . . اور جب

تک کہ اس کے گھر والوں نے تقریب زار منعقد نہیں کر دی جن نے اس کا پیچھا نہیں چھوڑا۔ بزرگ خاتون (عاملہ) نے اس کے اور جن کے درمیان پرامن بقائے باہم کا معاہدہ کروایا . . اور اس نے اس شرط پر اس کا ہاتھ چھوڑا کہ وہ ہر سال ایک بار یہ تقریب منعقد کرے۔

یہ بات ایک عالم آدمی کی تھی . . سن کر میں کافی دیر خاموش رہا . . ابراہیم حران اور اس کی ان پڑھ بیوی کی بارے میں سوچتا رہا کہ جب تقریب زار سے متعلق اس جیسے (ڈگری یافتہ عالم) کا یہ خیال ہے . . تو وہ دونوں قابل ملامت اور لائق سرزنش نہیں . . ڈھول تاشوں کی آواز ابھی تک ہم لوگوں کے کانوں میں گونج رہی تھی اور جنوں کے رحم وکرم اور ان کی رضامندی کی طلب گار دیوانگی کی حدوں کو پار کرنے

والی ان ہنگامہ خیز آوازوں کے درمیان خاموشی ماند پڑتی جارہی تھی . . !

اس ازہری عالم کے ساتھ ہماری شب بیداری ختم ہوئی . . جس کے بارے میں میرا احسن ظن کافی تکلیف دہ ثابت ہوا . . کیونکہ خلاف قیاس وہ ہمیں خرافات کا گرویدہ اور جنوں کی من گھڑت حکایتوں کا مؤید نظر آیا . . مجھے احساس ہوا کہ اس بدعقیدہ شخص اور تقریب زار کی ہنگامہ خیزیوں کے درمیان ناحق اپنا وقت ضائع کیا جو میری لائبریری کی کھڑکیوں سے مجھ تک پہنچ رہی تھیں . . میں ان دونوں سے نجات کا کوئی راستہ نہیں پارہا تھا . . !

❁ صبح ٹیلیفون کی گھنٹی بجنے سے بیدار ہوا . . گھنٹی کی آواز قدرے لمبی تھی جس کا معنیٰ یہ تھا کہ کال خارج قاہرہ کا

ہے . . رسیور اٹھاتا ہوں کہ دیکھوں ٹیلیفون صعید سے تو نہیں، میرا خیال صحیح نکلا بات کرنے والے میرے خالو، ابراہیم حران کے خسر تھے . . وہ کل صبح اپنی آمد کی اطلاع دے رہے تھے . . اس ڈر سے کہ میں کہیں سفر پر نہ چلا جاؤں . . قاہرہ میں میری موجودگی پر مطمئن ہونا چاہتے تھے . . کسی درپیش اہم معاملہ کے سلسلے میں مجھ سے ملنا چاہ رہے تھے . . میں نے انہیں مرحبا کہا اور کہا کہ میں انتظار میں ہوں . . میرے سامنے اس کے علاوہ کوئی اور چارہ نہیں تھا . . اس کے کئی اسباب تھے . .!

پہلی بات تو یہ کہ میرے دل میں ان کا بڑا احترام تھا اور میں ان سے بے حد محبت کرتا تھا، نیز میں نے ان کی آواز میں امید کی رقت محسوس کی۔ اور جب کوئی مایوس اور ضرورت مند جس کی حاجت روائی مجھ سے ہو سکتی ہو کسی ضرورت کے تحت میرا سہارا

لیتا ہے تو اس کے سامنے میں مجبور ہو جاتا ہوں . . کچھ نہیں تو بھلی باتوں ہی سے خالی ہاتھ واپس کرتے ہوئے ڈرتا ہوں، ہمیشہ میری یہی کوشش رہی ہے کہ اللہ مجھے ان لوگوں میں سے بنائے جو دوسروں کے کام آتے ہیں . . حالانکہ ان سب سے میرا بڑا وقت ضائع ہوتا ہے اور میرے لئے باعث پریشانی بھی، لیکن میں ثواب کی نیت سے کرتا رہتا ہوں . . !

دوسرے دن غم زدہ قافلہ پہنچتا ہے، جس میں میرے خالو، خالہ (ابراہیم حران کی خوش دامن) ساتھ میں ان کی وہ لڑکی بھی تھی جو اپنے لڑکے کی وفات کے بعد دیوانگی کی شکار ہوئی . . ایسی ناگفتہ بہ حالت کو دیکھ کر آنکھ میں آنسو آگئے . . اس کی دماغی حالت بہت سنگین ہوگئی تھی اور وہ گہری افسردگی کے مرحلے میں داخل ہو چکی تھی (سخت ڈپریشن کا شکار تھی) . . جس کی وجہ

سے اس نے بات چیت کرنا بند کردی تھی، اپنے گردوپیش رونما ہونے والی چیزوں کا احساس کھوبیٹھی تھی . . اسے کچھ پتا نہیں کہ سورہی ہے یا جاگ رہی ہے، پرسان حال کے سامنے ساکت وصامت . . عالم بشریت سے نکل کر عالم خیال وافسردگی کی سیر کررہی تھی . . جسم اتنا کمزور کہ صرف ہڈیوں کا ڈھانچہ نظر آرہا تھا، جس میں زندگی کی ساری علامتیں مفقود صرف دونوں آنکھیں شیشے کی طرح بلامعنی ومفہوم حرکت کررہی تھیں . . غمزدہ حالت میں والد نے کہا: میری خواہش ہے کہ آپ اپنے لڑکے سے، جوکہ اعصابی اورنفسیاتی معالج ہیں اورعباسیہ کے نفسیاتی واعصابی امراض کے ہاسپٹل میں کام کرتے ہیں، رابطہ قائم کریں تاکہ فرسٹ کلاس کا کوئی کمرہ مل جائے . !

ماں رورہی تھیں اورنادم وپشیمان تھیں اپنی غلطیوں کا اعتراف

کررہی تھیں . . کہ کس طرح انہوں نے اپنی لڑکی کا علاج ولیوں کے پاس کرانے پر اصرار کرکے ،مزاروں کا چکر کاٹ کرکے اور وقت ضائع کرکے، بیماری کو سنگین اور بے قابو بنادیا، اوراس کی لڑکی کے جسم سے بیماریوں کے دفاع کی تمام تر صلاحیتیں ختم ہوگئیں . . ساتھ ساتھ داماد (ابراہیم الحران) کی شان میں گستاخی کرنے نیز غلطی پر اصرار کرکے انہیں مشتعل کرنے کا بھی اعتراف کیا۔لیکن ان کا عذر یہ تھا کہ جو کچھ ہوا وہ جہالت اوران دسیوں خواتین کی یقین دہانی سے دھوکہ کی وجہ سے ہوا جن کا دعویٰ تھا کہ پیروں اورولیوں کے پاس اور مزاروں پر جاکرانہوں نے تجربہ کیا اوران کے تجربے کامیاب نکلے اورمشہور مثل بھی ہے:

''ڈاکٹر سے نہیں، کسی تجربہ کار سے پوچھو'' . . !

اللہ کے فضل سے ہاسپٹل میں جگہ مل گئی اور اسی دن فرسٹ کلاس کے کمرہ میں داخل کر دی گئی۔ میرے لڑکے نے مجھ سے کہا: حالت تسلی بخش ہے، گھبرانے کی کوئی بات نہیں . . صرف بے توجہی کی بنا پر حالت اتنی خراب ہوگئی اور کوئی خاص بات نہیں . . ایک ہفتہ علاج کے بعد خاتون روبصحت ہوگئی، دیگر طریقہ علاج کے ساتھ ساتھ جنہیں ماہر اطبا جانتے ہیں' بجلی کے شاک سے بھی علاج ہوا . . اسی دوران ابراہیم حران نے میرے پاس ٹیلیفون کیا، میں نے ان سے ٹیلیفون پر کہا کہ آپ سے ایک نہایت ضروری کام ہے، آپ کا میرے گھر آنا بہت ضروری ہے . . جب وہ تشریف لائے تو میں نے ان کے سامنے مسئلہ کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ: ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ آپ کا مطلقہ بیوی سے رجوع کرنا ایک طرح کا علاج

ہے . . لیکن ان کے متعلق اس چیز نے میری توجہ مبذول
کرالی . . کہ ڈاکٹر جمیل سے حاصل شدہ توحید سے متعلق
کتاب پڑھنے کے بعد وہ ایک نیا انسان بن گیا . . چنانچہ
زبان پر جاری وساری وہ تمام قسمیں . . کبھی قرآن کی،
کبھی نبیوں کی اور کبھی پیروں کی؛ سب کی سب اس کے اندر سے
ناپید ہو چکی تھیں . . اوراب وہ اس شخص کے طرز پر زندگی
گزارنے لگا تھا جو اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرتا ہو، اللہ کے
سوا کسی سے خوف نہ کھاتا ہو اور اللہ کے سوا کسی سے امید نہ رکھتا
ہو . . یہاں تک کہ جب میں نے اس سے اپنی بیوی کو لوٹانے
سے متعلق گفتگو کی . . تو اس نے اصرار کیا یہ واپسی مشروط ہو گی
اور ایسا تبھی ہو سکتا ہے جب خوش دامن اوراسی طرح خسر اپنے
پرانے اعتقادات ترک کردیں . . جہاں تک اس کی بیوی کا

معاملہ ہے . . تو اس نے کہا کہ: وہ خود اس کا ذمہ دار ہے۔
میں نے ان سبھوں کے بیچ ایک میٹنگ کروائی جس میں صرف
بیوی کی کمی تھی؛ کیونکہ وہ ہاسپٹل میں تھی، سبھوں نے اس تلخ
تجربے کے بعد داماد کی شرائط قبول کر لیں.!!

بیمار بیوی کی زیارت کے لیے ابراہیم کا ہاسپٹل جانا ان کے
روبصحت ہونے میں بڑا موثر ثابت ہوا اور جب بیوی نے یہ سنا
کہ میرے شوہر رجوع کر چکے ہیں تو اس کی خوشی کی انتہا نہ رہی۔
علاج کی دیکھ ریکھ کر رہے میرے لڑکے نے کہا: مریضہ کا شوہر کی
زوجیت میں دوبارہ جانا اور تیمارداری کی غرض سے شوہر نامدار کا
ہاسپٹل آنا دراصل یہی حقیقی علاج تھا جس کی وجہ سے اسے جلدی
شفایابی نصیب ہوئی؛ کیونکہ وہ نوجوان خاتون اپنے والدین کے
اکلوتی بیٹی . . لڑکے کی وفات کے باعث غموں سے چور تھی

ہی . . طلاق کے سبب اس کی باقی ماندہ عقل بھی زائل ہوگئی . . تقریباً چالیس دن کے بعد ہاسپٹل سے نکلنا طے ہوا، شوہراوروالدین گاڑی لیے دروازے پر کھڑے انتظار کر رہے تھے گاڑی فوراً انہیں صعید لے کرروانہ ہوگئی .!

۞ میں اپنے دل سے اس المناک حادثے کے اثرات نکال نہیں سکا، اوراس طرح کی بداعتقادیوں سے چشم پوشی کرنا میرے لئے آسان نہیں تھا جو- ہر روز کیا بلکہ ہرلمحہ- پورے ملک کے بچوں اور میرے خاندان کے بےشمار افراداور لاتعداد گھروں کومنہدم کرتی رہتی ہیں . . میں اپنے آپ سے پوچھتا ہوں کہ: مشرق وسطیٰ میں رہنے والے ہم لوگوں کوخرافات نے کس طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیا اور ہمارے معاشرے کے سینے پر بے سروپاباتوں کا ڈیرا ہے،ا وراسطرح سے ہم لوگوں کو تہذیب

وتمدن سے کوسوں دور کر دیا . .

جبکہ مغرب اور یورپی معاشرہ بھی خرافات اور بے سروپا باتوں سے خالی نہیں ہے، پھر بھی وہ لوگ مہذب اور متمدن زندگی گزار رہے ہیں، اور آئے دن وہاں کا معاشرہ اور وہاں کی ثقافت ترقی کی راہ پر گامزن ہے!

حقیقت یہ ہے کہ مغرب کی باطل پرستی اور خرافات اہل مغرب کے حق میں مادیات سے زیادہ روحانیت کی دشمن ہیں . . اور یہی وجہ ہے کہ انہیں آئے دن اخلاقی گراوٹوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے اور یہی وہ چیز ہے جو وہاں کی ثقافت اور وہاں کے معاشرہ سے میل کھاتی ہیں!!

البتہ یہاں مشرق میں . . ہماری خرافات عقل اور مادیت؛ بیک وقت دونوں کے منافی ہیں . . ! اسی وجہ سے عصر حاضر

اور مستقبل دونوں میں ہی ہمارے زندگی کو برباد کرنے میں انہیں خرافات کا ہاتھ ہے۔

اس اجتماعی اور ثقافتی افسوسناک صورتحال سے نکلنے کا اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں کہ ہم اپنے عقیدہ کو دین سے دور ہر قسم کی آلودگیوں اور ناپاکیوں سے پاک کرلیں ۔ ۔ !

لہٰذا جب ''**توحید**'' طرز زندگی، ثقافت اور عقیدہ بن جائے گا ۔ ۔ تو ہماری فضاؤں سے ہمیشہ ہمیش کے لیے ۔ ۔ خرافات، مکروفریب جادوگری اور کہانت کی کالی گھٹائیں چھٹ جائیں گی۔

۞ اور یہ ذمہ داری بالواسطہ اور بلا واسطہ تربیتی اداروں پر عائد ہوتی ہے؛ کیونکہ آج مسلم معاشرہ کی صورتحال اس کتابچہ میں مکتوب صورتحال سے کہیں زیادہ بدتر ہے۔ اگر آپ عشوائی

طور پرسو خاندان منتخب کرکے ان کی تحقیق (سروے) کریں تو آپ دیکھیں گے کہ کتابچہ کے اندراس کا ایک حصہ بھی مذکور نہیں . !

﴿رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِيْنَ﴾

❁❁❁